دوسرے بھگتوں کے کام میں دخل نہ دینا چاہیئے اور انھیں اپنے طریقے سے بابا کی خدمت کرنے دینا چاہیئے ۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ کس کی خدمت کی کتنی قدر و منزلت کی جانی چاہیئے۔

زور اور تیزی سے مالش کرتے ہوئے دیکھ کر سب لوگ جو وہاں موجود تھے بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے موسی سے کہا:

"ماں تھوڑے دھیرے اور احتیاط سے مالش کرو ورنہ تم بابا کی شریانوں اور ناڑیوں کو توڑ دو گی" اس پر بابا یک لخت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سٹکے کو انھوں نے زمین میں گاڑھ دیا۔ انھیں بہت غصہ آیا جس سے ان کی آنکھیں دھکتے انگارے کی طرح سرخ ہو گئیں۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ بابا کے سامنے کھڑا ہو کر ان کا سامنا کرے۔ تب انھوں نے اپنے سٹکے کے ایک سرے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے اسے زور سے اپنے پیٹ میں لگایا۔ دوسرے سرے کو انھوں نے ایک ستون سے ٹکا کر اسے پیٹ پر دبانا شروع کیا۔ سٹکا جو لمبائی میں تین فٹ کے برابر تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سارا پیٹ میں گھس گیا ہو۔ چنانچہ جو لوگ وہاں سب دیکھ رہے تھے انھیں یقین ہو گیا کہ بابا کا پیٹ جلد ہی پھٹ جائے گا۔ ستون تو غیر متحرک تھا پر بابا اس کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اسے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ بابا کا پیٹ کسی بھی لمحے پھٹ سکتا تھا جس کی وجہ سے وہاں موجود سب لوگ مایوس ہو گئے۔ انھیں پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ اس لیے وہ حیرت اور خوف سے گونگے کھڑے کے کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ بابا نے اپنے بھگتوں کے لیے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ دوسرے بھگت موسی بائی کو صرف ایک اشارہ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ آہستہ اور احتیاط سے مالش کرے تاکہ بابا کو کوئی تکلیف یا درد وغیرہ نہ ہو۔ ہر کام انھوں نے نیک نیتی سے کیا لیکن بابا نے اسے بھی برداشت نہ کیا۔ انھیں شدید حیرانی تھی کہ ان کی نیک خواہشات کا انجام کیسا ہوا تھا اور وہ اس کے مداوے کے لیے کچھ نہ کر سکے سوائے انتظار کرنے اور دیکھنے کے۔ خوش قسمتی سے بابا کا غصہ جلد ہی ٹھنڈا ہو گیا اور وہ سٹکا چھوڑ کر اپنی جگہ پر آن بیٹھے۔ اس واقعے کے بعد لوگوں نے یہ سبق حاصل کر لیا کہ انھیں

عورت تھی۔ وہ اس وقت اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑے ہوئے بابا کے پیٹ کی مالش کر رہی تھی۔ وہ یہ کام اتنے زور سے کر رہی تھی کہ بابا کی پیٹھ اور پیٹ ایک ہو گئے تھے اور ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف بار بار حرکت کرتے تھے۔ انا دوسری طرف بالکل متوازن انداز میں کام کر رہا تھا جب کہ موسی بائی کا چہرہ مالش کی ہر چوٹ کے ساتھ اوپر نیچے حرکت کر رہا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس کا منہ انا سے بہت قریب آگیا۔ فطرتاً مزاحیہ ہونے کی وجہ سے اس نے کہا: "اوہ یہ انا بڑا بد کردار انسان ہے۔ یہ میرا بوسہ لینا چاہتا ہے۔ میرے سفید بالوں کو دیکھنے کے باوجود اسے میرا بوسہ لینے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی" اس الزام نے انا کو غصہ دلا دیا اور وہ آستین اوپر چڑھا کر بولا۔

"تم یہ کہتی ہو کہ میں ایک بُرا بوڑھا ہوں۔ کیا میں بیوقوف ہوں۔ یہ تم ہی ہو جس نے چھیڑ خانی کر کے جھگڑا شروع کیا ہے اور مجھ سے جھگڑ رہی ہو" وہاں موجود سب لوگ ان کے درمیان ہونے والے جھگڑے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بابا جوان دونوں سے پیار کرتے تھے انھیں پر سکون کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس صورتِ حال کو بڑی خوش اسلوبی سے سلجھایا۔ بڑے پیار بھرے انداز میں انھوں نے کہا:

"اونا تم کس لیے فضول شور و غل کر رہے ہو۔ مجھے نہیں لگتا کہ ماں کا بوسہ لینے میں کوئی قباحت ہے" بابا کے ان الفاظ کو سن کر دونوں کی تسلی ہو گئی اور سب لوگ جو وہاں موجود تھے وہ بابا کی بذلہ سنجی کی داد دیتے ہوئے ہنس پڑے۔

بابا کے اوصاف اور بھگتوں پر ان کا کرم

بابا ہمیشہ اپنے بھگتوں کو اپنے طور طریقے سے خدمت کرنے کا موقع دیتے تھے اور اس کام میں وہ کسی کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ایک دوسرے موقعے پر یہی موسی بائی بابا کے پیٹ کی مالش میں مصروف تھی۔ اس کو اس قدر

کہ وہ سب کی خبر رکھتے ہیں تو وہ اس طرح عمل نہ کرتے جس طرح انھوں نے کیا۔ وہ اگرچہ بھگوان کرشن کے قریبی دوست تھے لیکن انھیں اسی وجہ سے ساری عمر غربت میں بتانی پڑی۔ لیکن جب بعد میں انہوں نے اپنی بیوی کا دیا ہوا اور محنت سے بنایا ہوا باسی بھات بھگوان کرشن کو پیش کیا تو انھیں بہت مسرت ہوئی اور انھوں نے اسے سونے کا ایک شہر پیش کیا تاکہ وہ اس سے لطف اندوز ہو سکے۔ اس کہانی سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو تنہا کھانے کے عادی ہیں اور جو دوسروں سے مل کر نہیں کھاتے۔

شرتی (مقدس وید) بھی اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہمیں پہلے خدا کو بھینٹ دینی چاہیے اور پھر جو اس سے بچے اسے خود کھانا چاہیے۔ بابا نے بھی ہمیں اپنے ناقابلِ تقلید اور مزاحیہ انداز میں یہی سبق دیا ہے۔

اناچنچنی کر بالمقابل موسی بائی

اب ہیماڈ پنت ایک اور مزاحیہ واقعہ پیش کرتا ہے جس میں بابا نے صلح صفائی کرانے کا کردار ادا کیا۔

بابا کے ایک بھگت کا نام دامودر گھنشیام بابرے عرف اناچنچنی کر تھا۔ وہ ایک سیدھا سادا بے باک قسم کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کی پرواہ نہ کرتا، صاف گوئی سے کام لیتا اور ہر کام نقد انجام دیتا۔ گو وہ بظاہر سخت طبیعت کا مالک اور سمجھوتہ نہ کرنے والا دکھائی دیتا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ فطرتاً اچھا اور دھوکہ نہ دینے والا انسان تھا۔ اسی وجہ سے بابا اس سے پیار کرتے تھے۔ ایک دن دوسروں کی طرح بابا کی خدمت کرتے ہوئے دوپہر کے وقت وہ جھکے ہوئے بابا کے بائیں بازو کو جو ریلنگ پر رکھی تھی دھو رہا تھا۔ دائیں طرف ایک بوڑھی بیوہ وینو بائی کو جلگی جس کو بابا ماں اور دوسرے موسی بائی کہتے تھے اپنے انداز میں بابا کی خدمت کرنے میں مصروف تھی۔ یہ موسی بائی دل کی صاف و پاک

کہانی یاد آ گئی جو اسی اصول کی وضاحت کرتی ہے اس لیے اسے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔
شری کرشن اور ان کا بڑا بھائی بلرام اپنے ایک ہم جماعتی جس کا نام سداما تھا کے ساتھ گورو سندیپین کے ساتھ آشرم میں رہ رہے تھے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بھگوان کرشن اور بلرام کو بالن لانے کے لیے جنگل کی طرف روانہ کیا گیا پھر سندیپن کی بیوی نے سداما کو بھی اس مقصد کے لیے روانہ کیا اور ساتھ ہی کچھ چنے بھی تینوں کے لیے بھیجے۔جب بھگوان کرشن جنگل میں سداما کو ملے تو انھوں نے اس سے کہا۔
"دادا مجھے پیاس لگی ہے پانی چاہیے "سداما نے فوراً جواب دیا"خالی پیٹ پانی نہیں پینا چاہیے۔اس لیے بہتر یہ ہے کہ کچھ دیر کے لیے آرام کرلو"اس نے یہ نہیں بتایا کہ اس کے پاس چنے ہیں اور کرشن ان میں سے کچھ کھالے'۔ بھگوان کرشن چوں کہ تھکے ہوئے تھے اس لیے وہ سداما کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گئے اور تھوڑی دیر میں خراٹے لینے لگے۔ یہ دیکھ کر سداما نے چنے نکالے اور کھانے لگے۔ تب بھگوان کرشن نے اچانک اس سے پوچھا۔
"دادا تم یہ کیا کھا رہے ہو؟ اور یہ آواز کہاں سے آرہی ہے"اس نے جواب دیا یہاں کھانے کو کیا رکھا ہے۔مجھے تو سردی لگ رہی ہے اور میرے دانت اسی کی وجہ سے بج رہے ہیں۔ میں تو اس وجہ سے وشنو سہسر نام بھی ٹھیک طور پر دہرا نہیں سکتا ہوں۔
اس جواب کو سن کر بھگوان کرشن جو سب کچھ جانتے تھے نے کہا: میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے جس میں میں نے ایک شخص کو دوسروں کی چیز کھاتے ہوئے دیکھا اور جب اس کے بارے میں دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ وہ کیا خاک کھائے گا یعنی یہ کہ وہ کچھ نہیں کھا رہا ہے۔ تب دوسرے آدمی نے کہا چلو ایسا ہی ہو۔دادا یہ صرف خواب ہے میں جانتا ہوں کہ تم میرے بغیر کچھ نہ کھاؤ گے۔ میں نے خواب کے زیر اثر یوں ہی تم سے دریافت کیا کہ کیا کھا رہے ہو"اگر سداما کو بھگوان کرشن کے بارے میں یہ معلوم ہوتا

جاتا ہے کہ شے بذاتِ خود اس قابل ہے کہ اس سے لطف حاصل کیا جائے؟ پھر وہ شے جو اس قابل نہیں ہے کہ اس سے لطف حاصل کیا جائے خود بخود ترک کر دی جائے گی اور اس طرح ہمارے برے عادات یا برائیاں غائب ہو جائیں گی اور ہمارا کردار بہتر ہو جائے گا۔ تب گورو کے لیے محبت پیدا ہوگی اور خالص علم پھوٹے گا۔ جب یہ علم پیدا ہوتا ہے تو وجود کے احساس کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ہماری عقل روحانی شعور میں تحلیل ہو جاتی ہے اور یوں لگتا ہے جیسے ہم صرف روحانی وجود رکھتے ہیں۔ تب ہم کو سکون و طمانیت کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ گورو اور خدا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو ان میں فرق محسوس کرتا ہے۔ اسے خدا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ چنانچہ تفریق کے سارے خیالات کو ترک کر کے ہمیں خدا اور گورو کو ایک تسلیم کرنا چاہیے اور اگر اس طرح ہم اپنے گورو کی خدمت کرتے ہیں تو اس سے خدا خوش ہوتا ہے اور پھر وہ ہمارے من کو پاک کرتے ہوئے ہمیں ہمارے وجود سے ہم کنار کرتا ہے۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے ہم کنار کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہ گورو کو یاد کیے بغیر ہمیں اپنے حواس کے ذریعے اشیا سے لطف حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ جب ہمارا من یہ تربیت حاصل کر لیتا ہے تو پھر ہمیں بابا ہمیشہ یاد آتے ہیں اور بابا کے بارے میں ہمارا دھیان زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ تب بابا کی سگن شکل ہمیشہ ہمارے سامنے رہتی ہے اور تب یکسوئی **Nonattachment** اور نجات ہماری ہوتی ہے۔ جب بابا کی یہ ہیئت یا تشبیہ ہماری باطنی آنکھ کے سامنے ہوتی ہے تو بھوک، پیاس یہ دنیا اور دنیاوی لطافتوں کا شعور غائب ہو جاتا ہے اور ہمارا من شانتی اور سکون حاصل کرتا ہے۔

سدا ما کی کہانی

جب مندرجہ بالا کہانی بیان کی جا رہی تھی تو ہیما ڈ پنت کو اس سے ملتی جلتی سدا ما کی

دانے چباتا ہوا آیا۔ مجھے اس کی عادت کا علم ہے اور یہ دانے اس کا واضح ثبوت ہیں۔ اس میں حیرانی کی کیا بات ہے"

ہیماڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا" بابا میں تنہا کچھ کھانا جانتا ہی نہیں پھر آپ کیوں اس بری عادت کا بار میرے کندھوں پر ڈال رہے ہیں۔ میں نے شرڈی بازار کو آج تک نہیں دیکھا پھر میں دال کیسے خرید سکتا ہوں اور اسے کیسے چبا سکتا ہوں جب کہ میں نے اسے خریدا ہی نہیں۔ میں کھانے کے وقت اپنے قریب موجود لوگوں میں بانٹے بغیر کچھ کھا ہی نہیں سکتا ہوں"۔

بابا نے پھر کہا" یہ درست ہے کہ تم موجود لوگوں کو کھانے میں شریک کرتے ہو لیکن اگر قریب کوئی ہو ہی نہ تو پھر میں یا تم کیا کر سکتے ہو؟ کیا کھانے سے پہلے تم مجھے یاد کرتے ہو؟ کیا میں ہر وقت تمہارے ساتھ نہیں ہوتا ہوں تو کیا تم خود کھانے سے پہلے مجھے بھی پیش کرتے ہو؟"

کہانی کا سبق

اس کہانی کی وساطت سے بابا ہمیں جو سبق دینا چاہتے ہیں آؤ ہم اس کے بارے میں غور و خوض کریں۔ انھوں نے ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سے پہلے کہ حواس، من اور عقل اشیا سے لطف اندوز ہوں انھیں پہلے یاد کیا جانا چاہیئے، اور اگر ایسا کیا جاتا ہے تو یہ ان کے تئیں بھینٹ چڑھانے کے مترادف ہے۔ حواس اپنی اشیا کے بغیر رہ ہی نہیں سکتے ہیں لیکن وہ اشیا اگر پہلے گرو کو بھینٹ چڑھائی جاتی ہیں تو ان سے ہماری رغبت یا لگاؤ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خواہش، غصہ، حسد وغیرہ اگر پہلے گورو کو بھینٹ چڑھائے جائیں اور یہ عمل مسلسل جاری رہے تو ان سب کو ختم کرنے میں خدا مدد کرتا ہے۔ اشیا سے لطف اندوز ہونے سے پہلے تم یہ سوچو کہ بابا قریب ہی موجود ہیں تو یہ سوال پیدا ہو

لوگ اس پر اعتراض نہ کرتے چاہے انھیں لعنت ملامت کا ہی نشانہ کیوں نہ بنایا جاتا۔ ہیماڈ پنت نیچے، اپنی مثال دیتے ہوئے یہ بات بیان کرتا ہے۔

چنے کی لیلا

شرڈی میں ہر اتوار کو ایک خاص بازار لگا کرتا تھا جس میں نزدیک اور دور کے گاؤں سے لوگ آکر چھوٹی چھوٹی دکانیں اور اسٹال لگاتے اور اپنی اشیا فروخت کرتے۔ مسجد میں ہر روز لوگوں کا ہجوم ہوتا لیکن اتوار کے دن تو وہاں سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا۔ ایسے ہی ایک اتوار کے دن ہیماڈ پنت بابا کے سامنے بیٹھا خدا کے نام کو جپتے ہوئے ان کی ٹانگوں کو دھو رہا تھا۔ شاما بابا کی بائیں طرف اور وامن راؤ دائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ شریمان بوٹی اور کاکا صاحب دیکشت اور دوسرے حضرات بھی وہاں موجود تھے۔ ایسے میں شاما نے قہقہہ لگاتے ہوئے انا صاحب سے کہا۔

"دیکھو کچھ دانے تمہارے کوٹ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں" یہ کہتے ہوئے اس نے کوٹ کی آستین کو چھوا اور دیکھا کہ وہاں واقعی کچھ دانے موجود تھے۔ ہیماڈ پنت نے اپنے بائیں بازو کا اگلا حصہ سیدھا کیا اور سب کی حیرانی کی حد نہ رہی جب دال کے کچھ دانے لڑھکتے ہوئے نیچے آرہے۔ جنھیں وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں نے چن لیا۔

اس واقعے نے مزاح کے لیے موضوع فراہم کیا۔ وہاں موجود ہر شخص نے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ ضرور کہا کہ کس طرح یہ دانے کوٹ کے آستین تک پہنچے اور پھر اتنا عرصہ وہاں لگے رہے۔ ہیماڈ پنت بھی یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ یہ دانے کس طرح وہاں پہنچے اور وہاں پڑے رہے۔ کوئی بھی اس سلسلے میں تسلی بخش وضاحت نہ کر سکا۔ ہر شخص اس معمے کے بارے میں حیران تھا تو بابا یوں گویا ہوئے:-

"انا صاحب کو اکیلے کھانے کی بری عادت ہے۔ آج بازار کا دن ہے اور یہ دال کے

سترہواں باب

عقیدت کی پہچان

[(1)بابا کی حس مزاح(2)ہماڈپنت (3) سداما
(4) انا چنچنی کر اور موسی بائی .]

ابتدائیہ

یہ کہنا کہ ہم اس یا اگلے باب میں یہ یہ باتیں بیان کریں گے محض انانیت ہے۔ جب تک ہم اپنی انا کو ست گورو کے قدموں پر نثار نہیں کرتے ہم اپنے کام میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ جب ہم انانیت ترک کرتے ہیں تو کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔

سائی بابا کی عبادت کرنے سے ہمیں یہ دونوں روحانی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اور ہم حقیقی فطرت سے ہم کنار ہوتے ہوئے امن وسکون تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ خوشحال زندگی پانا چاہتے ہیں انھیں ادب سے بابا کے کرشموں کا بیان یا کہانیاں سننا چاہئے، اور ان پر اپنا دھیان مرکوز کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا کریں تو انھیں آسانی سے اپنی زندگی کے مقاصد حاصل ہوں گے اور وہ امن وسکون کی دولت پائیں گے۔

لوگ عام طور پر طنز و مزاح کو پسند کرتے ہیں لیکن وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی قیمت پر لطائف سنائے جائیں۔ بابا کا طریقہ بالکل الگ تھا۔ اس میں ان کی نقل و حرکت بھی شامل ہوتی تھی۔ وہ بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز ہو تا تھا۔ اس لیے